سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۹۶

طلوعِ آفتابِ اُمید

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشنِ اقبال، کراچی، پاکستان
www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: طلوعِ آفتابِ اُمید

نامِ واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلّھم علینا الی مأۃ وعشرین سنۃ

تاریخِ وعظ: ۱۸؍شوال المکرم ۱۴۱۱ھ مطابق ۳؍مئی ۱۹۹۱ء، جمعۃ المبارک

مقام: مسجد اشرف گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: اللہ کی ذات سے کبھی نا اُمید نہ ہونا

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزِنگ: مفتی محمد عاصم صاحب، مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال، کراچی

اشاعتِ اوّل: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق اپریل ۲۰۱۲ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشِر: کُتب خانہ مَظہری

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

طلوعِ آفتابِ اُمید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

[سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴]

اس وقت ایک انتہائی اہم مضمون بیان کرنے کا ارادہ ہے لیکن اس مضمون سے پہلے ایک اور ضروری بات بیان کرنی ہے تاکہ انسان جلد سے جلد اللہ والا بن سکے اور اللہ تعالیٰ کو سکونِ قلب سے یاد کر سکے۔ کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے پاس پہنچ جاتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے، مختلف قسم کی مصیبتوں، پریشانیوں اور مستقبل کے اندیشے دل میں ڈالتا ہے۔ حال، مستقبل اور بعضوں کو ماضی کے گناہوں کے بارے میں بھی پریشان کرتا ہے کہ تم نے اتنے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں تمہارا کیا منہ ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ گے۔ شیطان کا کام مایوس کرنا ہے، جو اللہ والا بننا چاہتا ہے شیطان کئی طریقے سے اس شخص پر حملہ کرتا ہے۔ نمبر ایک اس کے ماضی کو یاد دلاتا ہے کہ تمہارا ماضی بہت تاریک، بہت بھیانک ہے، اتنی نافرمانیوں اور گناہوں کے سیاہ بادلوں میں تمہیں اللہ تک جانے کا راستہ کہاں سے ملے گا۔

اس لیے پہلے اس مایوسی کو دور کرنے کی بات عرض کرتا ہوں۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مٹھی بھر بارود پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، سیمنٹ فیکٹری والے سیمنٹ میں استعمال ہونے والے ایک خاص مٹیریل یعنی جز کو حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں میں دس تولہ بارود رکھ کر انہیں دھماکے سے اُڑا دیتے ہیں پھر اس سے سیمنٹ بناتے ہیں۔تو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تھوڑا سا بارود پہاڑوں کو اُڑا سکتا ہے،تو کیا اللہ کی رحمت میں یہ اثر نہیں ہوگا کہ وہ تھوڑی سی رحمت کی توجہ سے ہمارے گناہوں کے پہاڑوں کو اُڑا دیں۔اس لیے مایوسی کفر ہے، اللہ کی ذات سے کبھی نا اُمید نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، مگر محدود ہیں اور ہمارا پالا اس مالک سے ہے جس کی رحمت غیر محدود ہے تو غیر محدود رحمت والے مالک اور مولیٰ سے جس کا پالا ہو، اسے شکر گذاری کرنی چاہیے کہ ہمارا مولیٰ، ہمارا اللہ غیر محدود رحمت والا ہے لہٰذا ایک دفعہ دو رکعات صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ دو کہ یا اللہ! جب سے بالغ ہوا ہوں، جب سے ہم پر شریعت فرض ہوئی اور گناہ سے بچنا فرض ہوا اس وقت سے لے کر آج تک ہم سے جتنے گناہ ہوئے ہیں اُن سب کو معاف فرما دیجیے۔اب بالغ ہونے کی دو علامات بیان کرتا ہوں۔

نمبر ایک عموماً پندرہ سال کی عمر میں انسان بالغ ہو جاتا ہے۔نمبر دو اگر پندرہ سال سے پہلے ہی کسی کو غسل کی ضرورت پیش آجائے یعنی احتلام ہو جائے تو پہلے ہی احتلام سے وہ بالغ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہمارے ایک دوست تھے وہ کہتے تھے کہ ہم تیرہ سال میں بالغ ہو گئے۔جن کی غذا اچھی ہو، خرگوش

کھاتے ہوں، تیتر کھاتے ہوں، شکار کھیلتے ہوں تو وہ پندرہ سال کی عمر سے پہلے بھی بالغ ہو سکتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ جب سے ہم بالغ ہوئے ہیں، ہمارے تمام گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف کر دیجیے، اب بار بار گناہوں کو یاد کرنا نادانی ہے ورنہ شیطان تمہیں گناہوں کی یاد میں لگا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے چھڑا دے گا۔

گناہوں سے معافی مانگنے کا طریقہ

آپ بتلائیے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں یا گناہوں کو یاد کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا توبہ کرنے کے بعد اب گناہوں کو یاد کرنا سخت نادانی ہے۔ بس دو رکعات صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ سے استغفار کرلیا اور چاہے تو روزانہ دو رکعات صلوٰۃ توبہ پڑھ لے، عشاء کے فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعات صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ حاجت کی نیت سے پڑھ لیں، صلوٰۃ توبہ کی نیت سے تو ساری زندگی کے گناہوں سے معافی مانگ لی اور حاجت کی نیت سے اللہ سے اپنی تمام جائز حاجتیں مانگ لیں، اللہ سے اللہ پاک کی محبت بھی مانگ لی، اصلاحِ نفس کی توفیق بھی مانگ لی اور گناہ چھوڑنے کی توفیق بھی مانگ لی، اس سے بڑی حاجت کیا ہے کہ بندہ خود کو سنوارنے کے لیے، اللہ پاک کو راضی کرنے کے لیے رو رو کر کہتا ہے کہ اے خدا! مجھے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے، مجھے زہر کھانے سے بچا، اپنے غضب اور قہر اور ناراضگی کے اعمال سے ہم کو سخت عدم مناسبت، شدید کراہت، نفرت اور تکوینی حفاظت مقدر فرما۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سے اپنی جسمانی تندرستی، صحت اور مشکلات کے خاتمے کی دعا بھی کر لیجیے۔ صلوٰۃِ حاجت کے بعد ایک دعا پڑھنا سنت ہے، بعض لوگوں کو یہ دعا یاد نہیں ہے، میرا ایک رسالہ

''پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں'' ہے، اس میں بھی یہ دعا موجود ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ))

(سنن الترمذی)

اس کا پڑھنا سنت ہے، علامہ شامی نے ترمذی شریف کی روایت نقل کی ہے کہ اگر صلوٰۃ حاجت پڑھنے کے بعد یہ دعا نہیں پڑھی تو صلوٰۃ حاجت نامکمل ہوگی یعنی مکمل فائدہ نہیں ہوگا لہٰذا اگر آپ اپنی حاجت کو اللہ پاک سے لینا چاہتے ہیں تو مکمل صلوٰۃ الحاجت پڑھیں یعنی دو رکعات نمازِ حاجت ضرور پڑھا کریں اور دعا مانگتے وقت اور استغفار کرتے وقت چہرے پر ندامت کے آثار ہونے چاہئیں۔

حدیثِ پاک ہے:

((مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنِهٖ دُمُوْعٌ وَّلَوْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ))

(المعجم الکبیر للطبرانی)

مُلّا علی قاری محدث عظیم فرماتے ہیں کہ بعض حدیثوں میں لفظ دمع آیا ہے یعنی ایک آنسو اور بعض حدیثوں میں دموع آیا ہے یعنی بہت سے آنسو تو کم سے کم تین آنسو تو رو ہی لیں۔ یہ بات محدثین نے اس حدیث کی شرح میں لکھی ہے کہ اگر کوئی تین قطرے آنسو بہالے تو گویا کہ بہت رویا ہے کیونکہ عربی میں جمع تین سے شروع ہوتا ہے۔ ایک کو واحد، دو کو اثنین اور تین کو ثلٰثۃ کہتے ہیں اور ثلٰثۃ سے جمع شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سخت دل تین قطرہ آنسو بھی نہیں نکال

سکتا تو اس کے لیے بھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نا اُمیدی کا راستہ نہیں رکھا، اس کو بھی اُمید دلائی کہ اگر تمہیں رونا نہیں آئے، دل سخت ہے تو تم رونے والوں کی شکل ہی بنالو:

((اِبۡکُوۡا فَاِنۡ لَّمۡ تَبۡکُوۡا فَتَبَاکَوۡا))

(سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ص: ۳۰۹)

یہ ابن ماجہ شریف کی روایت ہے۔ بعض لوگ فَتَبَاکَوۡ کو فَتَبَاکُوۡ پڑھتے ہیں، تَبَاکُوۡ بروزن تمباکو نہیں ہے، صحیح لفظ تَبَاکَوۡ ہے۔ اصل میں یہ بابِ تفعل سے تَقَابَلُوۡ کے وزن پر تَبَاکَیُوۡ تھا، لیکن مُعلل ہو کر تَبَاکَوۡ ہو گیا تو جس کو رونا نہ آئے وہ رونے والوں کی شکل ہی بنالے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونے والوں کی شکل بنانے والوں کو رونے والوں میں داخل فرمارہے ہیں تو جو اللہ والوں کی شکل بنالے گا، اُمید رکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے اللہ والوں میں شامل کرلے گا۔

ڈاڑھی رکھنے میں دیر نہ کریں

اسی لیے میں بار بار کہتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنا بہت ضروری ہے، ڈاڑھی رکھنے سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے، ڈاڑھی رکھ کر اسے گناہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں اسی لیے ڈاڑھی نہیں رکھتا تاکہ مزید کچھ دنوں تک بے شرمی کے کام کرلوں کیونکہ ڈاڑھی رکھ لوں گا تو شرم آئے گی اور میں چاہتا ہوں کہ ابھی شرم ذرا دور رہے، لہٰذا میں ابھی کچھ دن تک گناہ کی گڑبڑ زندگی گذارنا چاہتا ہوں اور شرم کو دور رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ موت کس وقت آئے گی؟ قبرستان میں جا کر دیکھو کہ دس سال، پندرہ سال، بیس سال کے کیسے کیسے جوان لیٹے ہیں۔ میرا

طبیہ کالج کا ساتھی الہ آباد میں پڑھتا تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم لوگ روزانہ اکٹھے پڑھنے جاتے تھے، ساتھ آنا جانا تھا، لیکن ایک ہفتے کی بیماری میں وہ ختم ہوگیا۔ میں گرمیوں کی چھٹی میں وطن چلا گیا تھا جب واپس آیا تو اس کے گھر گیا، دیکھا کہ اس کی بڈھی ماں رو رہی تھی، میں نے پوچھا کہ میرا دوست کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ جاؤ! قبرستان میں تلاش کرو۔ اس سے میرے دل کو چوٹ لگی اور وہی چوٹ سبب بن گئی میری بیعت کا۔ میں نے جلدی سے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی\
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

اس لیے کہتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے میں دیر نہ کریں، معلوم نہیں کب بلاوا آجائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ:

((تُبۡعَثُوۡنَ کَمَا تَمُوۡتُوۡنَ))

(تفسیر روح البیان)

جس حالت میں موت آئے گی آدمی اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا، اگر بے ڈاڑھی کے موت آئی تو اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی مبارک میں بے ڈاڑھی والوں کی شکل دیکھ کر نفرت کا اظہار فرمایا ہے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اُمید رکھنے والو! میں یہی کہتا ہوں کہ نبی کو ناراض مت کرو، اپنے دل کو ناراض کرلو، بیوی کو ناراض کرلو، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہ کرو۔ یہ گال آپ کے پاس چند دن کے لیے ہیں، یہ فیلڈ آپ سے چھننے والی ہے، قبر میں لیٹنے کے بعد ان گالوں کو کیڑے کھاجائیں گے، پھر قبر میں گالوں پر ڈاڑھی کے بال کہاں سے لائیں

گے۔بعضوں کوشوق ہوتا ہے کہ میں کم عمر لگتا رہوں اس لیے وہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں،اس پر ایک قصہ یاد آیا۔

میرے دوست تھے نعمانی صاحب، ساٹھ سال عمر ہوگی، وہ بس میں کھڑے ہوئے جارہے تھے،انہیں دیکھ کر نوجوان مزدور فوراً کھڑے ہوگئے، کالج کے نوجوان لڑکے بھی کھڑے ہوگئے کہ چچا! آؤ بیٹھ جاؤ۔اسی بس میں ان سے زیادہ عمر کا ستر سال کا ایک بے ڈاڑھی کا بڈھا پتلون ٹائی لگائے ہوئے کھڑا تھا،اس کو نوجوانوں نے جگہ نہیں دی۔اس سے کسی نے نہیں کہا کہ چچا! آؤ بیٹھ جاؤ،تب اس نے زور سے چِلّا کر ناراضگی ظاہر کردی کہ دیکھو! اس بڈھے کو تم نے ڈاڑھی رکھنے کی وجہ سے جگہ دی اور میں اس سے دس سال بڑا ہوں، مجھے تم لوگوں نے کیوں جگہ نہیں دی؟ تولڑکوں نے جواب دیا کہ آپ چاچا معلوم نہیں ہوتے، یہ تو ڈاڑھی کی وجہ سے ماشاءاللہ چچا لگ رہے ہیں اور آپ تو بھتیجے بنے ہوئے ہیں،لہٰذا اب لیجیے کم عمری کا انعام، جب آپ کم عمر بنیں گے تو کم عمروں والا معاملہ کیا جائے گا، بزرگوں والا معاملہ کیسے کیا جائے؟

اس لیے جو ڈاڑھی رکھ لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بزبانِ حال اس شعر میں یہ درخواست کرے گا،اگر کسی کو شعر یاد نہ ہوگا تو اس کا حال خود شعر پڑھ دے گا، وہ اللہ پاک سے کیا کہے گا ۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

تو ڈاڑھی رکھنے سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور اللہ والوں کے ساتھ اس کی مشابہت بھی ہوجاتی ہے اور حدیث میں ہے:

((مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ))

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ)

جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی میں داخل کردیں گے اور ڈاڑھی کی برکت سے ان شاء اللہ نیک اعمال کی توفیق بھی ہوجائے گی۔

بعض لوگ ڈاڑھی تو رکھ لیتے ہیں مگر شرعی ڈاڑھی نہیں رکھتے، شرعی ڈاڑھی ایک مٹھی ہے، اس پر چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی رکھنا حرام ہے یعنی ایک مٹھی ڈاڑھی سامنے سے، ایک مٹھی دائیں سے اور ایک مٹھی بائیں سے پکڑیں اور جتنے زائد بال ہوں انہیں کاٹ دیں پھر تیل لگا کر کنگھی کیجیے تو بہت خوبصورت ڈاڑھی معلوم ہوگی۔ جیسا کہ میر صاحب کی ڈاڑھی ہے اور اس پر میرا شعر ہے ؎

میر کی ڈاڑھی کا نقشہ یوں سنا کرتے ہیں ہم
ناچتا ہو مور جیسے پَر کو پھیلائے ہوئے

ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم رکھنے والا آدمی چالاک معلوم ہوتا ہے۔ آدمی سوچتا ہے کہ یہ آدھا مسٹر ہے، آدھا مُلّا ہے، پورا مُلّا نہیں ہے، سیدھا سادا نہیں ہے، اس سے ہوشیار رہیں اور پوری ڈاڑھی کے بعد اللہ تعالیٰ چہرے پر بھولپن، سادگی اور معصومیت پیدا کردیتا ہے لوگ دیکھتے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ ہماری جیب نہیں کاٹے گا۔ اب کوئی پاکٹ مار ڈاڑھی رکھ لے تو یہ اس کی نالائقی ہے، یہ ڈاڑھی کی خرابی نہیں ہے یہ تو اس کے دل کی خرابی ہے۔

عالمگیر بادشاہ کا ایک قصہ

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کسی سے دھوکہ نہیں کھاتے تھے، ایک بہروپیے نے بہت شکلیں بدلیں لیکن انہوں نے اس کی کسی شکل سے دھوکہ نہیں کھایا، ہمیشہ پہچان لیا کہ یہ وہی بہروپیہ ہے جو نئی نئی شکلیں بنا کر آتا ہے۔ بہروپیہ کے معنیٰ ہیں بہرِ روپیہ یعنی روپیہ کے لیے شکل بدلنے والے کو بہروپیہ کہتے ہیں۔ تو

اس بہروپیہ نے سوچا کہ عالمگیر اللہ والوں کا بڑا معتقد ہے لہٰذا اب اللہ والوں کی شکل بنانی چاہیے لہٰذا جب عالمگیر حیدرآباد دکن فتح کرنے جارہے تھے تو ان کے راستے میں ایک جنگل میں بڑے بڑے دانے کی تسبیح لے کر اور خوب بڑی سی ڈاڑھی رکھ کر اور مصلّٰی لے کر بیٹھ گیا۔ جب عالمگیر اس طرف سے گذرے تو لوگوں نے بتایا کہ یہاں جنگل میں ایک ولی اللہ رہتے ہیں، کسی سے سوال نہیں کرتے، کسی سے کچھ نہیں مانگتے تو وہ فوراً اس کے پاس گئے اور کہا کہ بابا! میں حیدرآباد دکن فتح کرنے جارہا ہوں، میرے لیے دعا کرنا۔ اب وہ اصلی بابا تو تھے نہیں، بادشاہ کو دھوکہ دینے کے لیے بابا بنے ہوئے تھے، بابا نہیں تھے یابا تھے، عربی میں ابیٰ یابیٰ کے معنیٰ سرکشی کرنا ہے۔ تو عالمگیر بادشاہ نے دعا کرا کے ایک ہزار اشرفی اس کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ تو اس نے لات مار کر تھیلی کو دور پھینک دیا، ظالم کی ہمت دیکھیے، اتنی زور سے لات ماری کہ تھیلی بکھر گئی، وہ جانتا تھا کہ بادشاہ مجھے اللہ والا سمجھ رہا ہے، لات مارنے سے مجھے کچھ نہیں کہے گا، ورنہ اگر بادشاہ ناراض ہوجائے تو پھر سمجھ لو کہ خیر نہیں۔ اب عالمگیر اس کا اور زیادہ معتقد ہوگیا اور سوچنے لگا کہ واقعی یہ اللہ والا معلوم ہوتا ہے، ایک ہزار اشرفیوں پر لات مار کر بکھیر دی اور کہا کہ مجھے دنیاداری سکھاتا ہے، اپنی اشرفی لے جا، جس نے مجھے پیدا کیا ہے بس وہ ہی میرے لیے کافی ہے۔ جب عالمگیر معتقد ہوکر جانے لگے تو اس نے آکر کہا کہ حضور السلام علیکم! میں وہی بہروپیہ ہوں جس نے دلّی میں آپ کو بارہا دھوکہ دیا لیکن آپ نے پہچان لیا، مگر اب آپ نے مجھ کو نہیں پہچانا، میں اس دفعہ دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا۔ عالمگیر بہت ہنسا کہ تم نے بہت شکلیں بدلیں لیکن میں نے دھوکہ نہیں کھایا مگر آج میں اللہ والوں کی عزت اور نام پر دھوکہ کھا گیا، مجھے اس پر کوئی پچھتاوا نہیں ہے کیونکہ میں تجھ کو اللہ والا سمجھ کر دھوکہ کھا رہا تھا، دراصل میں نے اللہ تعالیٰ کی

عظمت کا احترام کیا ہے، میں یہی سمجھا کہ اللہ والوں کے لباس میں کوئی اللہ والا ہی ہے لہٰذا مجھے اس پر کوئی پچھتاوا، کوئی حسرت نہیں ہے۔ پھر عالمگیر نے یہ کہا کہ اچھا یہ لو سو اشرفی، میں تمہیں ایک ہزار اشرفیاں نہیں دوں گا، ایک ہزار اشرفیاں تو بابا سمجھ کر دے رہا تھا، اب پتہ چلا کہ تم تو یاپی نمبرون ہو، سرکش ہو لہٰذا یہ لو سو اشرفیاں۔ اس نے بہت شکریہ ادا کیا کہ خدا آپ کو خوش رکھے۔ پھر عالمگیر کو شبہ ہوا اور اس نے ایک سوال کیا کہ یہ بتاؤ! جب میں نے تم کو ایک ہزار اشرفیاں دی تھیں اس وقت تم نے نہیں لیں، اب سو اشرفیوں پر تم اتنا خوش ہوئے، ہم کو اتنی دُعائیں دیں، یہ کیا راز ہے؟ ہم تو دھوکہ کھا گئے تھے، تم ایک ہزار اشرفی رکھ لیتے تو ہمیں کچھ پتہ نہ چلتا، ہم یہی سمجھتے کہ ہم نے ایک اللہ والے کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر دیں لیکن تم نے ایک ہزار اشرفیاں ٹھکرا کر اپنا راز ظاہر کر دیا اور سو اشرفیوں پر خوش ہو گئے یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ دیکھیے! میں سو اشرفی جو لے رہا ہوں یہ تو آپ کی طرف سے انعام ہے لیکن اگر میں اللہ والوں کے لباس میں ایک ہزار اشرفی لے لیتا تو اللہ والوں کی عظمتوں کو نقصان پہنچ جاتا۔ میں اس وقت اللہ والوں کا کردار ادا کر رہا تھا اس لیے اللہ والوں کی عظمت کو میں نے نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ عالمگیر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی یہ بات اچھی معلوم ہوئی۔

ڈاڑھی والے اپنی ڈاڑھی کی لاج رکھیں

اس سے وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں جو بڑی بڑی ڈاڑھیاں رکھ کر بدنظری کرتے ہیں اور گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ خدا کے لیے اللہ والوں کی عظمتوں کو نقصان نہ پہنچائیں ورنہ ان پر ایک مقدمہ اس بات کا بھی چلے گا۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ آہ! ایک بہروپیہ دنیادار نے اللہ والوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک ہزار اشرفی کو نظر انداز کر دیا، آج ہم لوگ اللہ والے بنتے ہیں مگر رات دن دنیا کی لالچ میں، امیروں کے دروازے دروازے قربانی کی کھال کے لیے ڈاڑھی کے بال نُچوا رہے ہیں۔

اسی گلشن اقبال نمبر ایک کا واقعہ ہے کہ ایک کھال پر دو مدرسے کے لوگوں میں لڑائی شروع ہوگئی اور انہوں نے ایک دوسرے کی ڈاڑھی کے بال نوچ لیے۔ خدا ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ چندہ مانگنے سے، دروازے دروازے پھرنے سے اتنا نقصان پہنچا ہے کہ آج کوئی امیر اپنے بچوں کو حافظِ قرآن بنانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ دین کا کام چاہے تھوڑا ہو مگر خدا کی عظمت کے ساتھ ہو تو آج دین چمک جائے، مگر حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ، ان کے رسالے، ان کے ملفوظات پڑھنے سے یہ عقل آتی ہے، یہ ہمت بھی اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔

اللہ کی رحمت سب گناہوں کو دھو ڈالتی ہے

تو یہ بات چل رہی تھی کہ شیطان ہم کو تین طرف سے مارتا ہے، پہلے گناہ یاد دِلاتا ہے تاکہ یہ اللہ سے جڑے ہی نہیں نا اُمید ہو جائے۔ اس کا جواب تو آپ لوگوں نے سن لیا کہ تھوڑا سا بارود پہاڑوں کو اُڑا دیتا ہے تو اللہ کی رحمت کا تھوڑا سا حصہ بھی ہمارے لیے کافی ہے۔ اب دوسرا جواب سنئے! حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کراچی میں ایک کروڑ انسان رہتے ہیں، سب کا پیشاب پاخانہ سمندر میں گرتا ہے، سمندر کی ایک لہر سب کو بہا کر لے جاتی ہے اور سمندر پھر بھی ناپاک نہیں ہوتا، پاک رہتا ہے بلکہ جو اس سے

ناپاکی دور کرنا چاہے اسے بھی پاک کرتا ہے تو ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب فرماتے تھے کہ جب اللہ کی ایک محدود مخلوق سمندر میں یہ تاثیر ہے کہ وہ کروڑوں انسانوں کی غلاظت کو صاف کردے تو کیا اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمت ہمارے گناہوں کو نہیں دھوسکتی؟

تو اگر شیطان ماضی کے گناہ سے ڈرائے تو اس کو دو جواب دیں۔ نمبر ایک کہ تھوڑی سی بارود پہاڑوں کو اُڑا سکتی ہے لہٰذا میرے اللہ کی رحمت میرے گناہوں کے پہاڑوں کو اُڑا سکتی ہے۔ نمبر دو ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک کروڑ انسان کراچی میں رہتے ہیں اور سب کا پیشاب پاخانہ سمندر میں جاتا ہے۔ سمندر کی ایک لہر آتی ہے اور سارا پیشاب پاخانہ بہا کر لے جاتی ہے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ سب کہاں گیا، کراچی کے ایک کروڑ عوام کی غلاظت، نجاست اور گندگی کہاں گئی، پتہ ہی نہیں چلتا اور سمندر بھی پاک رہتا ہے، اب جو بھی سمندر کے کنارے نہا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی، بتایئے! سمندر کا پانی پاک ہے یا نہیں؟ تو جب اللہ کی مخلوق محدود سمندر میں یہ اثر ہے تو خدا کی رحمتِ غیر محدود کی ایک موج ہماری مغفرت و معافی کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ ان کی موج بھی غیر محدود موج ہے۔ سمندر محدود ہے، محدود کی موجیں بھی محدود ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر غیر محدود ہے، ان کی رحمت کی لہریں بھی غیر محدود ہیں اور ہمارے گناہ محدود ہیں۔ اس لیے کبھی نا اُمیدی نہیں ہونی چاہیے۔ صرف ہمت کرلیں، گناہ چھوڑنے کی ہمت بزرگوں سے سیکھیے، ان کی دعائیں لیجیے، ان سے دعا کرایئے اور ان سے پوچھئے کہ گناہ چھوڑنے کا کیا نسخہ ہے؟ یہ گناہ کس طرح چھوٹتے ہیں؟ جب تک دل میں خوفِ خدا نہیں آئے گا اس وقت تک گناہ نہیں چھوٹیں گے۔

شہوت کی آ گ نورِ خدا ہی سے بجھتی ہے

بعض لوگوں کے پاس محبت بہت ہے مگر خوفِ خدا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دو حق ہیں نمبر ایک محبت ہے اور نمبر دو خوف ہے، اس کے لیے روزانہ تھوڑا سا قبر کا مراقبہ کرلیا کریں اور تھوڑا سا اللہ اللہ کرلیں۔ شہوت کی آ گ کو بجھانے کے لیے ذکر اللہ میں بہت اثر ہے۔

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ شہوت کی آ گ کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ پھر جواب دیتے ہیں اللہ کا نور۔ اور اللہ کا نور ملتا ہے ذکر اللہ سے، اللہ والوں کی صحبتوں سے لہٰذا تھوڑا سا ذکر کرلیں اور اسبابِ گناہ سے دور رہیں کیونکہ اسبابِ گناہ سے قریب رہنے والے جیسا احمق گدھا انسان شاید ہی کوئی ہوگا۔ پیٹرول پمپ پر انگریزی میں لکھا ہوتا ہے Please No Smoking اور عربی میں لکھتے ہیں ممنوع التدخین یعنی سگریٹ پینا منع ہے کیونکہ جلتی ہوئی سگریٹ سے پیٹرول میں آ گ لگ سکتی ہے۔ عشق اور حسن میں بھی وہی تعلق ہے جو پیٹرول اور آ گ میں ہے۔ لہٰذا آپ جہاں بھی ہوں خبردار نظر اُٹھا کر مت دیکھو! ان حسینوں سے دور رہو۔ ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا''۔

ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے

اسی طریقے سے اللہ کے ذکر میں اثر ہے کہ اس کی برکت سے شہوت کی آ گ اللہ تعالیٰ ٹھنڈی کر دیتے ہیں، اپنے سے چپکا لیتے ہیں۔ ذکر ذاکر کو مذکور سے چپکا تا ہے، جیسے خط میں جب گوند لگ جاتی ہے تو اس کو پھاڑ کر الگ نہیں کر سکتے، تو جو بندے اللہ سے ذکرُ اللہ کے ذریعے اپنے قلب و جان کو

چپکا رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے شیطان ایک بال کے برابر ان کو اللہ تعالیٰ سے الگ نہیں کر سکتے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے

تم ایک حسین کا نام لیتے ہو حالانکہ اللہ والوں کی شان تو یہ ہے کہ ؎

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے

ایک اکیلے اللہ کے لیے ہم نے سورج و چاند جیسی ہزاروں شکلوں کو نظر انداز کر دیا ؎

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جا کے دِکھایا رُخِ زیبا تو نے

عشقِ مجازی کے ساتھ عشقِ الٰہی کا حصول محال ہے

آپ چاہتے ہیں کہ ان ہگنے موتنے والی لاشوں سے عشق لڑا لیں اور اللہ بھی مل جائے، ایں خیال است ومحال است وجنوں، اللہ غیور ہے، غیرت والا ہے، اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ جس کے دل میں مردے پڑے ہوئے ہوں، جس کو مردوں سے محبت ہو، وہ اس کے دل میں اپنی محبت کا چاند طلوع نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑنا ہے تو ان مرنے والی لاشوں سے بچنا پڑے گا اور جو آپ کا نفس اسکیم بنائے ہوئے ہے کہ مرنے والی لاشوں سے، عشق مجازی سے خوب بہار رہے گی تو اس حماقت سے توبہ کر لیں، دنیا ہی میں دیکھ لیں کہ اگر کسی ہال میں کفنایا ہوا ایک مردہ پڑا ہوا ہو اور اس ہال میں شاندار دعوت ہو اور سب کھانے والے دیکھ رہے ہیں کہ کفنایا ہوا مردہ لیٹا ہوا ہے تو بتاؤ کھانے میں مزہ آئے گا؟ کیوں؟ اس مردے کو دیکھ کر طبیعت مکدر ہو جائے گی۔ تو جن کے دل میں مردوں کا عشق گھسا ہوا ہے ان کے دل میں بہار کیسے آ سکتی ہے؟ ان کے دل میں تو کدورت ہے، ان کا دل ہمیشہ مکدر رہے گا، وہ بہار

کو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں جب تک نفس کی خواہشیں تازہ ہیں تمہارا ایمان تازہ نہیں ہوسکتا۔

تا ہویٰ تازہ ست ایماں تازہ نیست
کیں ہویٰ جز قفل او دروازہ نیست

نفس کی خواہشات اللہ کے دربار کے لیے تالے ہیں جو دروازے کو مقفل کیے ہوئے ہیں۔

دِلوں کے قفل کی کنجی اللہ کا ذکر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِكْرِكَ))

(عمل الیوم و اللیلة لابن السنی، باب کیف مسئلة الوسیلة، ص: ۵۰)

کہ اے اللہ! میرے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجیے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد دل پر لگے ہوئے تالوں کو کھولتی ہے، لہٰذا ذکر میں کبھی ناغہ نہ کریں، شیخ کی صحبت، اللہ والوں کی صحبت اور ذکر اللہ میں ناغہ نہ کریں اور ایک کام اور کرلیں یعنی حسینوں سے دور رہیں، تو ذکر اللہ، صحبتِ اہل اللہ اور اسبابِ گناہ سے دوری، اللہ کی حضوری کے لیے کافی ہے۔

غیر اللہ سے دوری اللہ تعالیٰ کی حضوری کا سبب ہے

جو جتنا اسبابِ گناہ سے دور رہتا ہے، جتنا غیر اللہ سے دور رہتا ہے اسے اتنا ہی اللہ کا قُرب ملتا ہے، غیر اللہ سے دوری اللہ تعالیٰ کی حضوری کا بہترین سبب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی سبب نہیں، اگر یہ سبب نہ ہوتا تو کلمہ میں لا الٰہ پہلے نہ ہوتا، ورنہ یہ ہوتا کہ سب دل میں غیر اللہ رکھیں اور زبان سے الا اللہ کہتے رہیں، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ پہلے یہ حکم ہے کہ۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

پہلے بت پرستی چھوڑیں، لا الٰہ سے ظاہری بتوں کو بھی چھوڑیں جو مندروں میں بت ہیں اور باطنی بتوں کو بھی نکالیں جو حسینوں کی محبت دل میں گھسی ہوئی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس ہی سے کام بن جائے گا۔

تو ماضی کا تو انتظام ہوگیا یعنی اگر شیطان ماضی کا گناہ یاد دلا کر مایوس کرے تو آپ ان دو مثالوں سے شیطان کو بھگا دیں گے، ان شاء اللہ۔ نمبر ایک بارود والی مثال، نمبر دو کراچی کے سمندر کی مثال۔

توبہ کے دریا میں نہانے کے بعد انسان پاک ہوجاتا ہے

اب آگے چلیے! موجودہ حالت میں شیطان کہتا ہے کہ ہر وقت گناہ کے چکر میں پڑے ہو، ہر وقت تم کو گناہ کے وسوسے اور تقاضے ہو رہے ہیں، خبردار! خانقاہ مت جانا، تم اس قابل نہیں ہو، خانقاہ تو وہ جائے جس کے دل میں وسوسہ بھی نہ آئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ! یہ تو بالکل ایسی مثال ہوگئی کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ناپاک جس پر غسل فرض تھا وہ دریا کے کنارے کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ اے دریا! تیرے اندر تو وہ آئے جس کو ناپاک ہونے کا وسوسہ بھی نہ آئے، میں تو ناپاک ہوں کہیں تجھ کو بھی گندہ نہ کردوں، تو دریا نے کہا کہ بے وقوف! اگر تو دور کھڑا یہی کہے گا کہ دریا میں تو وہ جائے جس کو ناپاک ہونے کا وسوسہ بھی نہ آئے تو ساری زندگی ناپاک رہے گا۔ ارے وسوسوں کو چھوڑ، میرے اندر کود پڑ، نہالے، تیرے جیسے لاکھوں ناپاک آتے ہیں اور پاک ہوجاتے ہیں اور میرے دریا کا پانی بھی پاک رہتا ہے۔ لہٰذا بھائیو! جس حالت میں ہو، گناہ کی بدتر سے بدتر حالت میں ہو، فوراً اللہ کی

طرف دوڑو اور اللہ والوں کے پاس جاؤ، یہی وہ دریا ہے جو آپ کو پاک کردے گا کیونکہ سچا اللہ والا اپنے ملنے والوں کے لیے دعا بھی کرتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والے آدھی رات کو اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کرتے ہیں؟ ؎

راہ دہ آلودگاں را العجل
در فراتِ عفو عین مغتسل

اے خدا! جن کی جانیں گناہوں میں آلودہ ہیں، گٹر میں گری ہوئی ہیں، اُن کو راہ دے دیجیے اور دیر نہ کیجیے، جلدی دے دیجیے۔

اپنی معافی کے دریائے فرات میں اور اپنے عین مغتسل میں جس میں نہانے کے بعد انسان پاک ہوجاتا ہے، اس چشمے سے فیض یاب ہونے کا آپ ہم کو جلد موقع دے دیجیے، کیا مطلب؟ یعنی توفیقِ توبہ دے دیجیے۔ لہٰذا حال کی حفاظت یہ ہے کہ جس حالت میں بھی ہو کسی اچھے حال والوں سے اپنا بُرا حال جوڑلو جیسے دیسی آم جب لنگڑے آم سے قلم کھاتا ہے تو بتاؤ پھر وہ دیسی آم رہتا ہے؟ اسی طرح جب بُرے لوگ اچھے لوگوں کے ساتھ رہیں گے تو اچھوں کی قلم سے وہ بُرے نہیں رہیں گے۔

اولیاء اللہ کس طرح بنتے ہیں

جب تِلّی کا تیل گلاب کے پھول کی صحبت سے خوشبودار ہوگیا تو پھر وہ روغن گل کہلاتا ہے یا تِلی کا تیل؟ بتاؤ بھئی! جو تِل گلاب کے پھول کی خوشبو اپنے اندر بسالے تو جب اس کا تیل نکالا جائے گا تو اس کا نام کیا ہوگا؟ روغنِ گل یعنی گلاب کے پھول کا تیل۔ اب اس کو کوئی کہے کہ ارے تو تو تلی تھا، اب جو اس کو تِل کا تیل کہے گا تو وہ اس پر عدالت میں ہتک عزت کا مقدمہ دائر کرے گا

کہ میں نے تو گلاب کے پھولوں میں رہ کر مجاہدہ کیا ہے لہٰذا اب میرا نام روغنِ گل ہے۔

روغنِ گل روغنِ کنجد نہ ماند

یعنی اب میں تلی کا تیل نہیں ہوں روغنِ گل ہوں۔ ایسے ہی عام انسان اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے کیسے بڑے بڑے اولیاء اللہ ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ جادو بیاں سے کیسے کیسے مُردے زندہ ہو گئے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ﴾

[سورۃ الانعام، آیت: ۱۲۲]

ترجمہ: ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ (بیان القرآن)

جو مردہ تھے نبی پر ایمان لاکر ایسے زندہ ہو گئے کہ صاحبِ نور بن گئے۔ تو جب دیسی آم لنگڑے آم کی قلم کھا کر لنگڑا آم بن سکتا ہے تو آج بھی جو غافل دل ہیں اگر اللہ والوں کی صحبت میں رہیں، دل و جان سے، اخلاصِ نیت سے تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ایک دن کہیں گے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

اور یہ بھی کہے گا کہ ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اے میرے مرشد! اے میرے شیخ! آپ نے ہم کو کوّے سے ہنس بنادیا، ہم کوّا تھے صبح اُٹھ کر پاخانہ تلاش کرتے تھے، اب ہم ہنس بن گئے، اب ہم ذکر اللہ کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

تمنّا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

حضرت بھیکا شاہ کے جذب کا واقعہ

ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا لقب تھا بھیکا شاہ، ان کے پیر کا نام شاہ ابوالمعالی تھا۔ جب بھیکا شاہ ان کی صحبت سے ولی اللہ ہوئے اور ساری نسبت شیخ کی ان کے اندر آ گئی، جتنا دردِ محبت شاہ ابوالمعالی میں تھا اتنا ہی دردِ محبت بھیکا شاہ میں آ گیا تھا اور بھیکا ان کا لقب اس لیے پڑا کہ شیخ ان سے چھ مہینے کے لیے ناراض ہو گئے تھے اور ان کو خانقاہ سے نکال دیا تھا، اب وہ خانقاہ کے چکر لگاتے تھے، اتنے میں بارشوں کا موسم آ گیا۔ شیخ ابوالمعالی شاہ کی بیوی نے کہا کہ چھت ٹپک رہی ہے تو شاہ ابوالمعالی نے فرمایا ارے! کسی سے بنوالو، عرض کیا کہ کس سے بنوائیں؟ جتنے خانقاہ میں پاجامہ پوش، سفید پوش ہیں یہ تو جانتے نہیں اور جو جانتا تھا اس کو آپ نے نکال دیا، وہ جنگل میں رو رہا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ میں نے نکالا ہے تو نے تو نہیں نکالا، تو بلا لے اسے۔ اب انہوں نے بچہ بھیج کر اُن کو بلایا۔ ان کا مارے خوشی کے کیا پوچھنا تھا، چھ مہینے سے شیخ کو دیکھنے کے لیے ترسے ہوئے تھے، آتے ہی فوراً کام شروع کر دیا اور سب کچھ بنا دیا، ساری چھت ٹھیک کر دی۔ اس زمانے میں کھپریل کی چھت ہوتی تھی، لنٹر کی چھت نہیں ہوتی تھی۔ اب جب شاہ صاحب کھانا کھانے آئے تو شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ چھت پر کوئی کام کر رہا ہے، نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہی تھے جن کو چھ مہینے سے نکالا ہوا تھا، آنکھ سے آنکھ ملی اور وہ رونے لگے، مرید بھی روئے، شیخ بھی روئے اور شاہ صاحب نے کھانا کھاتے ہوئے ایک لقمہ بنایا اور کہا کہ لے بھیک لے! وہ فوراً چھت پر سے کود پڑے، سیڑھی بھی نہیں منگائی اور جلدی سے

منہ میں لقمہ اُتار لیا، چونکہ اب ان کا مجاہدہ پورا ہو چکا تھا، خدائے تعالیٰ کی رحمت کا فیصلہ ہو چکا تھا لہٰذا اسی وقت شاہ ابوالمعالی کے سینے کی ساری دولت، ایمان و یقین، دردِ محبت اور نسبت مع اللہ کی جو کچھ دولت تھی سب بھیکا شاہ کے اندر منتقل ہوگئی اور ان کے دل کی دنیا بدل گئی ۔

تم نے جہاں بدل دیا آ کر میری نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

جب دل میں خدا آتا ہے تو انسان کو پتہ چل جاتا ہے جیسے جس دریا میں پانی آئے گا تو کیا اس دریا کو پتہ نہیں چلے گا، جس دل میں خدا آئے گا کیا اس دل کو پتہ نہیں چلے گا؟ خوب پتہ چلتا ہے اور ایسا چلتا ہے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لَو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

جب اللہ دل میں آتا ہے تو دل کو پتہ چل جاتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شاہ ابوالمعالی نے ان کا لقب بھیکا شاہ رکھ دیا۔ ساری دنیا ان کو بھیکا شاہ کہتی ہے۔ تو بھیکا شاہ کہتے ہیں ۔

بھیکا معالی پر واریاں دن میں سو سو بار

اے بھیکا شاہ! میں اپنے مرشد شاہ ابوالمعالی پر دن میں سو سو دفعہ فدا ہونا چاہتا ہوں، خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنے بڑوں پر فدا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے مرشدین کی اور مشائخ کی ایسی ہی محبت نصیب فرمائے اور فرمایا کہ ۔

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

کوّے سے آپ نے ہمیں ہنس بنادیا۔کوّا گو کھاتا ہے اور ہنس چڑیا موتی چگتی ہے، اب میں صبح اُٹھتے ہی اللہ کا نام لیتا ہوں، پہلے صبح اُٹھ کر ٹیڈیوں اور ویڈیو اور وی سی آر اور مرنے والی لاشوں کے چکر میں رہتا تھا، جیسے کرگس ایک پرندہ ہے جسے اردو میں گدھ کہتے ہیں ہے، جو مردہ لاشیں کھاتا ہے، جنگل میں جہاں بھینس، چیتا وغیرہ ہوتے ہیں وہیں کرگسوں کی جماعت کی جماعت ہوتی ہے۔

لوگوں کی تعداد سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے

اس لیے کہتا ہوں کہ لوگوں کی تعداد مت دیکھو کہ کافی تعداد وی سی آر اور ویڈیو دیکھنے والوں کی ہے، شاید یہ لوگ صحیح ہوں۔جنگل میں جا کر دیکھو کہ مرے ہوئے جانوروں پر کرگسوں کی تعداد بھی حاضر ہوتی ہے اور وہ بہت اچھے لباس میں ہوتے ہیں، ان کے اوپر بالوں کا ایک گاؤن سا ہوتا ہے، کالا شیروانی نما ان کا لباس ہوتا ہے جیسے عدالت میں وکیل اور ججوں کو پہننا لازمی ہوتا ہے، عدالت کے قانون میں ہے وکیل اور جج سب وہ لباس پہنتے ہیں، وہ تو حقدار ہیں اس لباس کے لیکن یہ ظالم کرگس مکاری سے اس وضع کو اپنائے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا بنایا ہے کہ جس سے دوسروں کو سبق مل جائے اور ان کو مردہ لاشوں کی بدبو بھی نہیں آتی۔اسی طرح آج ایسے نوجوان ہیں جن کو سینما، وی سی آر، ٹیڈیوں کے چکر سے منع کیا جاتا ہے تو مولویوں کو کہتے ہیں ارے! یہ سب ایسے ہی ہیں، جیسے کرگس کو لاکھ سمجھاؤ مگر وہ مردہ خوری باز نہیں آتا۔مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جلال الدین رومی بھی کرگس تھا، میں بھی حسینوں کو تلاش

کرنے کا ذوقِ عاشقانہ رکھتا تھا اگر چہ تلاش تو نہیں کرتا تھا مگر عاشقانہ ذوق رکھتا تھا، لیکن فرماتے ہیں کہ اپنے پیرومرشد شمس الدین تبریزی کی صحبت کی برکت سے ۔

بازِ سلطانم گشم نیک و پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

اب میں بازِ شاہی ہو چکا ہوں یعنی اللہ پاک کا مقرب ہو چکا ہوں۔ اب میں نیک، پارسا اور بازِ سلطانی بن چکا ہوں اور مردہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں، اے دنیا والو! اب جلال الدین کرگس نہیں ہے، گدھ نہیں ہے جو مُردوں پر مرے۔

قیامت کے دن ہماری قیمت کیسے لگے گی

جو شخص مُردوں پر مرنے سے ابھی باز نہیں آ رہا، اس کی روح کے پَر ابھی کرگسی پر ہیں، ابھی بازِ شاہی کے پَر سے وہ محروم ہے۔ لہٰذا جلدی کیجیے! اگر اسی حالت میں موت آ گئی اور انہی مُردوں سے دل لگانے کی عادت پڑی رہی تو قیامت کے دن ہماری مٹی کی کیا قیمت لگے گی؟ مٹی مثبت مٹی حاصل مٹی۔ مٹی کا مکان، مٹی کی عورتیں، مٹی کے کھانے، سبھی انہی چکروں میں ہیں جن کی کوئی قیمت نہیں۔ اس لیے مجھے اپنا شعر یاد آ رہا ہے ۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

اپنی زندگی کو قیمتی بنائیں، کب تک پریشان رہیں گے۔ میں آپ کو دعوتِ عیشِ دوجہاں دے رہا ہوں۔ میں آپ کو گناہ چھوڑنے کے غم میں مبتلا نہیں کر رہا ہوں۔ واللہ! مسجد میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ وہ مبارک گھڑی لائے کہ جس

دن غیر اللہ قلب سے نکل جائے اور اللہ تعالیٰ سے دل وجان ایسے چپک جائیں جیسے کہ دو کاغذ میں گوند لگا دیا جائے تو وہ اکھڑ نہیں سکتے تو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ کی روح گناہ سے ایسا ڈرے گی کہ سانپ سے بھی کیا کوئی ڈرے گا اور گناہ سے پیشاب پاخانے سے بھی بدتر بدبو محسوس ہوگی لیکن یہ مقام اس درخت کو ملتا ہے جس کی جڑیں گہری ہوچکی ہوں، جس درخت کی جڑ جتنی گہری ہوگی اس کو اکھاڑنے والا بھی پسینہ پسینہ ہوگا اور درخت کے بھی پسینے آ جائیں گے۔

حیات تقویٰ سے ہی بہار حیات ملتی ہے

تو ہم کہتے ہیں کہ مبارک ہے وہ گھڑی کہ جب دل اللہ سے چپک جائیں پھر اُن کو اللہ سے الگ کرنے میں شیطان کو بھی پسینے آ جائیں گے اور خود اس ظالم کو بھی پسینہ آ جائے گا اور وہ اتنا پریشان ہوگا کہ کہے گا کہ توبہ بھئی! اس گناہ سے خدا بچائے، پھر خود ہی کہہ دو گے کہ اے دُشمنِ ایماں! ان حسینوں سے مت ملو، اے حسینو! ہم سے دور رہو۔ اللہ تعالیٰ یہ مقام، یہ مبارک گھڑی ہم سب کو نصیب فرمائے کہ ہماری ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں نہ گذرے اور ہماری ہر سانس حق تعالیٰ کی مرضیات اور ان کی خوشیوں پر فدا ہوجائے۔ پھر ان شاء اللہ حقیقی خوشی اللہ عطا کرے گا۔ جو خوشی کا خالق ہے، جو خوشی پیدا کرتا ہے، وہ جس کو خوشی دیتا ہے، وہ خوشی حقیقی ہوتی ہے۔ سن لو! گناہوں کی خوشی حرام خوشی ہے، لعنتی خوشی ہے، منحوس خوشی ہے، جسم وروح کو تباہ کرنے والی خوشی ہے، دنیا میں ذلیل کرنے والی ہے، جوتوں کی بارش کرانے والی ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ ہم سب اپنی جانوں پر رحم کریں اور اللہ کے قہر و غضب کے جوتے سے بچ جائیں۔ جتنی بھی منحوس خوشیاں ہیں جن سے اللہ کو ناراض کر کے ہم اپنا دل خوش کرتے ہیں ان سے ہم ڈر جائیں، اپنی جانوں پر

ہم سب رحم کریں، اگر ہم لوگ اصلی بہار چاہتے ہیں، اللہ والی زندگی چاہتے ہیں لیکن یہ جب ہی ہوگا جب اللہ توفیق دے گا۔ آہ! مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چو پراں می شود

جب اللہ تعالیٰ کی خوشبو ذکر اللہ کی برکت سے عرشِ اعظم سے اُڑ کر فرش پر اللہ کے عاشقوں کے پاس آتی ہے ؎

ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

تو دنیا کی تمام زبانیں حیران ہوجاتی ہیں۔ آہ! میں اپنے اللہ کے نام کی مٹھاس کو، اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کو کس لفظ سے ادا کروں، الفاظ نہیں ملتے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ ولایت اعلان کر رہی ہے ؎

ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

کیا مرنڈا اور انڈا، بریانی اور کباب میں پڑے ہوئے ؎

خوردن ریحان و گل آغاز کن

معدہ را از خوردن جو باز کن

اللہ کے ذکر کی غذا شروع کیجیے، پھر آپ دیکھیے کہ خوشی کا خالق آپ کے دل کو بے مثال خوشی عطا کرے گا، ایسی خوشی عطا کرے گا جس کی مثال نہیں ہوگی کیونکہ اللہ بھی بے مثال ہے، اس کا کوئی کفو نہیں ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو جو خوشی عطا کرتا ہے اس خوشی کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اس خوشی کی کوئی مثال نہیں ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں، سوائے دیدارِ الٰہی کے۔ جنت کی ساری مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نام میں لذت ہے۔ صرف ایک چیز جنت کی مستثنیٰ ہے وہ ہے دیدارِ الٰہی۔ اللہ کا دیدار! اللہ کے دیدار میں اتنا مزہ آئے گا کہ جنت کی کسی حور کا تصور، اس کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ ارے میاں! کہاں خالق اور کہاں مخلوق ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اس موضوع پر ایک شعر ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ کی نافرمانیوں والے اعمال سے بچنا فرض ہے

لیکن یہ توفیق ایک جذبے سے ملے گی، اللہ ایک ہی جذبہ سے ملے گا کہ ہم دل سے ارادہ کرلیں کہ ہم اللہ کا غضب لانے والی تمام نافرمانیوں پر لات مارتے ہیں، حرام لذتوں پر لعنت بھیجتے ہیں ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے ربّ میرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

سوچیے کہ جس لذت سے آسمان والا اللہ ناراض ہورہا ہے تو زمین والوں پر فرض ہے کہ اس گناہ کو چھوڑ دیں۔ گناہ چھوڑنے میں ہم کو غم نہیں ہوگا، نفس دُشمن کو غم ہوگا، ہم تو روح ہیں یعنی روح سے ہمارا وجود ہے، نفس تو ہمارا آپ کا دُشمن ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایسی خوشی عطا فرمائیں گے جس کا نام حلاوتِ ایمانی ہے۔ اللہ آپ کے دل میں اپنے نام کی لذتِ غیر فانی رکھ دے گا۔

ہماری نفسانیت ہمارے ارادوں کو پاش پاش کرتی ہے، اس لیے ''وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' میں ہم اللہ سے استعانت طلب کرتے ہیں اور مدد کی بھیک مانگتے ہیں، ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ'' میں عزمِ وفائے بندگی ہے، ارادۂ وفائے بندگی ہے اور ''وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' میں اعترافِ شکست ہے ؎

تیری ہزار برتری تیری ہزار رفعتیں
میری ہر ایک شکست میں میرے ہر ایک قصور میں

''وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' میں اللہ کی عظمت کے جلوے ہیں کہ ہم خود سے آپ کا

راستہ طے نہیں کر سکتے، اس لیے ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

’’وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ حصولِ نسبت کا نسخہ ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کچھ نہ پڑھو یہی پڑھتے رہو تو بھی اللہ کا راستہ طے ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ ’’اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ کثرت سے پڑھتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ! ہمارے ارادۂ وفائے بندگی میں، اللہ تعالیٰ کی عطائے وفائے بندگی نصیب ہو جائے گی، جب ان کی عطا ہو جائے گی، ان کی توفیق ہمارے شاملِ حال ہو جائے گی پھر ہم شیر ہو جائیں گے۔ اللہ کے راستے میں جتنے لومڑی ہیں وہ شیرِ طریقِ حق ہو جائیں گے۔ اب وہ شعر سنیے کہ کس جذبۂ دردِ دل سے مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس مضمون کو آراستہ کیا ہے کہ اے دنیا والو! ارادہ کرلو کہ ہم گناہوں کی خبیث بہاروں پر، نافرمانی کی خبیث لذتوں پر لعنت بھیجتے ہیں چاہے کچھ بھی ہو جائے، چاہے موت آجائے ؎

کوئی مرتا کوئی جیتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

تقاضائے گناہ کو دبانے سے خوشبوئے محبت الٰہیہ پیدا ہوتی ہے

جس کا دل خدا کی یاد میں مست ہو جاتا ہے، اس کی آنکھیں بھی مست ہو جاتی ہیں۔ جب شمس الدین تبریزی نے کہا کہ اے جلال الدین رومی! تم مجھ سے اتنا نیک گمان کیوں رکھتے ہو؟ میں تو ایسا آدمی نہیں ہوں جو تمہاری تربیت کے قابل ہو۔ تو مولانا نے کہا کہ اے میرے پیر و مرشد ؎

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند

اگر شراب پی کر کوئی اپنے منہ کی بدبو چھپالے ؎

چشم مست خویشتن را چوں کند

لیکن وہ ظالم اپنی مست آنکھوں کو کیسے چھپائے گا؟ یہ محض ایک مثال ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ شراب پینا حلال ہوگیا، مولانا رومی نے مثال سے سمجھایا ہے کہ جس طرح دنیا کی شراب پینے والے کی آنکھوں کا خمار چھپ نہیں سکتا چاہے وہ کتنا ہی چھپائے، چاہے قسم اُٹھالے کہ نہیں میں نے نہیں پی لیکن اس کی آنکھیں بتادیں گی کہ یہ کہاں سے مست ہوئیں ہیں۔

ایسے ہی جو اللہ والا راتوں کو اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کی یاد کی برکت سے اللہ والی محبت کی پاک پی کر آئے اور مجلس میں بیٹھے تو اس کی آنکھیں اللہ کی محبت چھپا سکتی ہیں؟ اللہ کی محبت کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی۔ سن لیجیے! اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اے کائناتِ عالم! اے دنیا کی رنگینیوں! تم اللہ کی محبت کو چھپا سکتی ہو؟ اے ٹیڈیو! اور سینماؤ! اور خدا کی نافرمانی کے مراکز! تم اللہ تعالیٰ کے روحانی بندوں کی لذتوں کو ناچ گانے سے چھپا سکتے ہو؟

یہ فانی دنیائے چمن اللہ کے قرب کی بہاروں کو چھپا سکتی ہے؟ جب پھولوں سے اللہ کی خوشبو ظاہر ہوگئی حالانکہ ان کے نیچے کھاد ہے، پھول اس بات کے مستحق تھے کہ اپنی جڑوں کی کھاد سے بدبو پھیلاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے دِکھادیا کہ تم نے پھولوں کی جڑ میں کھاد ڈالی لیکن ہم نے اس کھاد کو استحالہ کرکے، تبدیل کرکے اپنی خوشبو سے پھولوں کے دامنوں کو خوشبو کی بھیک دے دی لہٰذا تم اپنے گناہوں کی کھاد سے یعنی نفس کے گندے گندے تقاضوں سے کیوں مایوس ہوتے ہو، بس ان کو دبالو، جس طرح کھاد کو مٹی میں دبایا جاتا ہے تم بھی اپنی بُری

خواہشات پر مٹی ڈال دو پھر یہ کھاد ایسا کام کرے گی کہ تمہاری زبان سے ہماری محبت کی خوشبو نکلے گی، تمہاری آنکھوں سے ہماری محبت کی خوشبو ظاہر ہوگی، جدھر سے گذرو گے وہاں ہمارے قرب کی خوشبو ظاہر ہوجائے گی۔

دنیاوی پھولوں کی جڑ میں کھاد ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پھولوں کو خوشبو سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے پھولوں سے ہمیں ایک سبق دیا ہے کہ جس طرح ہم ان کو خوشبو دیتے ہیں تم بھی نفس کے گندے گندے تقاضوں سے مایوس نہ ہو، صرف ان پر مٹی ڈال دو یعنی ان کے تقاضے پر عمل نہ کرو، تقاضا ختم کرنے کی کوشش نہ کرو، تقاضہ تو رہے گا بس اس پر ہمارے خوف کی مٹی ڈالتے رہو، تم ان حسین چہروں سے صَرفِ نظر کرتے رہو، ان شاء اللہ! انہی گناہوں کے تقاضوں کو ہم کھاد بنادیں گے اور تمہاری روح سے ہم اپنے تقویٰ کا پھل، پھول اور خوشبو تمہیں دیں گے۔

گلشنِ دل میں بہار کب آتی ہے؟

تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا یہ شعر ہے۔ اگر میری ایک آہ بھی اللہ تعالیٰ میرے دل میں اور آپ کے دلوں میں اُتار دیں تو ساری زندگی کے لیے یہی وعظ کافی ہے۔ دوستو! ایک ہی قطرہ تو سیپ میں موتی بنتا ہے، سارا سمندر کا سمندر بادل بن کر برستا ہے لیکن سارے بادل کا پانی سیپ کے پیٹ میں جا کر موتی نہیں بنتا، صرف ایک قطرہ ہی موتی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اختؔر کی کوئی آہ آپ کے دلوں میں اور ہمارے دلوں میں اپنی رحمت سے اُتار دے اور ہم سب کو صاحبِ آہ بنادے، صاحبِ نسبت بنادے تو وہ ایک آہ ہی کافی ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا وہ شعر سن لیجیے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، فرماتے ہیں کہ دیکھو اپنی بُری خواہشوں کی فانی اور گندی بہاروں کو ختم

کردو، کیسے؟ لیکن ان کا شعر سننے سے پہلے مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار سنئے جس میں حضرت فرماتے ہیں......آہ! جب کسی اللہ والے کو کوئی اللہ والا یا کوئی مناسبت والا راز داں ملتا ہے تب ان کا درد اور ان کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے، نا آشناؤں سے کہاں ظاہر ہوتی ہے ؎

شاعری مدنظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری راز داں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم
ان کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اُٹھا کرتے ہیں ہم

اب مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کا شعر سنئے ؎

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں

گوشِ دل کے معنیٰ کیا ہیں دل کے کان سے سنیئے۔ اس کان سے تو کافر بھی سنتا ہے، آپ بحیثیت مؤمن دل کے کان سے سنیئے، ایک اللہ والے کا کلام ہے ؎

سنیں یہ بات میری گوش دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

اگر ہم سب دل کے گلشن کی بہار چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نام پاک پر اپنی بُری خواہشات کو قربان کردیں۔ صحابہ نے جان دی تھی، صحابہ نے شہادت کے خون بہائے تھے، ہم آپ گندے تقاضے کے کنکر پتھر ہی خدا کی راہ میں دے دیں، نبیوں نے اپنا خونِ نبوت راہِ خدا میں فدا کیا، صحابہ نے اپنا خونِ صحابیت راہِ خدا میں لٹایا، وہ اللہ اتنی قیمتی ذات ہے، اتنی قیمتی ذات ہے، اتنی قیمتی ذات ہے جس پر پیغمبروں کے خون بہتے ہیں پھر بھی نبی کہتے ہیں کہ اے خدا! تیری محبت کا حق

ہم سے ادا نہیں ہوا لیکن آج رونے کا مقام ہے کہ ہم گناہوں کے کنکر پتھر بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ خدائے تعالیٰ ہماری جانوں پر رحم فرمائے۔

بس دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دل کے اندر اللہ ان باتوں کو اتار دے، اپنے ان مقبول بندوں کی باتیں سنانے کے صدقے میں اے اللہ! اخترؔ کے دل میں بھی اور میرے سامعین کرام کے دل میں بھی اپنی محبت کا ایک ذرّۂ دردِ دل عطا کردے۔ جو دردتو نے بابا فریدالدین عطّار کو عطا فرمایا، جو دردتو نے جلال الدین رومی کو عطا فرمایا، جو دردتو نے امام غزالی کو نصیب فرمایا اور جو دردتو نے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا، ہمارے سارے صوفیا سلف کو عطا فرمایا، اللہ ان بزرگوں کے صدقے میں جو چاروں سلسلوں کا مرکز ہیں، ان چاروں کے سلسلوں کے اولیائے کرام کے صدقے میں ہم سب کو اپنی محبت کا درد عطا فرما دیجیے، اپنے کریم ہونے کے صدقے میں ہم کو عطا فرما دیجیے، ہمارے سینے تو اس کے اہل نہیں ہیں لیکن آپ کریم ہیں، کریم کی تعریف محدثین نے یہ بیان کی ہے کہ جو نالائقوں پر بھی مہربانی کردے لہٰذا یا اللہ! ہم اپنی نالائقی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ سے آپ کے اولیاء کے دردِ دل کی بھیک مانگتے ہیں، اپنے دوستوں کی زندگی ہم کو بھی عطا فرما دیجیے۔ اے خدا! اپنے نافرمانوں اور کافروں کی زندگی سے ہم کو پاکی اور طہارت نصیب فرمائیے اور ہم سب کو سو فیصد اپنے اولیائے صدیقین کی حیات نصیب فرمائیے۔ ان دوستوں کے اعمال و اخلاق اور جذبۂ دل اور اپنی راہ میں تمام گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق بھی نصیب فرمائیے اور آپ کے اولیاء جس طرح آپ کو محبت سے، چشمِ اشکبار سے، تڑپتے ہوئے دل سے یاد کرتے ہیں ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرما دیجیے کہ ہم بھی آپ

کو اسی درد دل سے یاد کریں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ وَبِحَقِّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ اَسْعِدْنَا فِی الدَّارَيْنِ وَكُنْ لَّنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وَانْصُرْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَيْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

توبہ خطا کے بعد ضروری ہے دوستو
شامل اگرچہ ان کا کرم ہو خطا کے ساتھ

اخترؔ وہ باخدا ہو جائے گا ضرور
رہتا ہے روز و شب جو کسی باخدا کے ساتھ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

کشتی کا ناخدا بھی ہے مشغول خدا سے
پالا پڑا ہے کیا اسے طوفان بلا سے

سنتا ہوں شب و روز یہ موجوں کی صدا سے
غالب ہے قضا ہم پہ تری آہ و بکا سے

عاصی جو کرے نالہ و فریاد خدا سے
ممکن نہیں دو چار ہو محشر میں سزا سے

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

جب تک کہ نہ ہو آشنا تسلیم و رضا سے
زاہد کو مزہ آئے گا کیا اس کی جفا سے

پاتی ہے نظر ذوق نظر میری ندا سے
پاتا ہے جگر زخمِ جگر میری نوا سے

او بے خبرو بدگماں! رندوں کی وفا سے
دیوانہ اگر پھرتا ہوں میں تیری بلا سے

پروردۂ نعمت کو بھی اس راہ جفا سے
اخترؔ تجھے مانوس بنانا ہے دُعا سے